حیوانات کے حقوق

اسلام کا نقطۂ نظر

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

اس دنیا میں جب سے انسان کا وجود ہے، حیوانات بھی پائے جاتے ہیں۔ ان میں وہ حیوانات بھی ہیں جن سے انسان مختلف طرح کے کام لیتا اور فائدے اٹھاتا ہے۔ حیوانات کے حقوق اور ان کے تحفّظ کے سلسلے میں گزشتہ کچھ عرصے سے کافی بیداری آئی ہے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں اس کے لیے سرگرم ہیں۔ ان کے تحفّظ کے لیے بعض قوانین بھی منظور کیے گئے ہیں۔ اسلام نے گوشت خوری کی اجازت دی ہے۔ اس بنا پر ایک عام تاثّر یہ ہے کہ اسلام میں حیوانات کے حقوق کا کوئی تصوّر نہیں پایا جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ جو مذہب حیوانات کو جینے کا حق نہ دیتا ہو اس سے ان کے دیگر حقوق کی حفاظت و رعایت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ سطورِ ذیل میں اس تاثّر اور اعتراض کا جائزہ لینے اور حقوقِ حیوانات کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اس سے پہلے حیوانات کے بارے میں قدیم و جدید رویّہ پر ایک نظر ڈال لینا مفید ہوگا۔ اس سے اسلامی اور غیر اسلامی نقطۂ نظر کا موازنہ کرنے میں آسانی ہوگی۔

حیوانات کے بارے میں قدیم تصوّرات

حیوانات کے بارے میں قدیم تصوّرات افراط و تفریط کا شکار نظر آتے ہیں۔ ایک طرف بعض قوموں میں حیوان پرستی کا رجحان ملتا ہے تو دوسری طرف بعض لوگ اس کے "بے روح مخلوق" ہونے کے قائل ہیں۔

قدیم مذاہب میں بعض دیویوں اور دیوتاؤں کو حیوانات کی شکل میں ظاہر کیا جاتا تھا۔ ان کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ تھا کہ دیوی دیوتا کی مخصوص مقدس قوت کا اظہار اس کے مناسبِ حال کسی جانور کی شکل میں ہوتا ہے۔ مثلاً اولاد دینے والے دیوتا کی صورت گری بیل کی شکل میں کی جاتی ہے۔ یونان میں عقل کی دیوی Athena کو الّو کی شکل میں دکھایا جاتا تھا۔ اگرچہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جن حیوانات کی شکلوں میں ان دیوی دیوتاؤں کے مجسّمے بنائے جاتے تھے، ان حیوانات کو بھی مقدس خیال کیا جاتا تھا اور ان کی پرستش ہوتی تھی۔ لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انسانی تہذیب کے ابتدائی دور میں بعض حیوانات کی پرستش کی جاتی تھی۔ بعد میں انہی جانوروں کی شکل میں دیوتاؤں کی مورتیاں بنالی گئیں۔[1]

قدیم مصر میں بعض حیوانات مثلاً گائے کو مقدس خیال کیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں بھی اس طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔

اس کے برخلاف بعض فلاسفہ ایسے بھی گزرے ہیں جو حیوانات کو ذی روح مخلوق نہیں مانتے تھے۔ مثلاً فرانس کے ایک فلسفی Rene Descartes کا عقیدہ تھا کہ حیوانات میں روح نہیں ہوتی ہے۔ اس کے خیال میں کسی بھی ذی روح کے لیے ضروری ہے کہ اس میں سوچنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت ہو اور چونکہ حیوانات میں روح نہیں ہوتی اس لیے لازمی ہے کہ ان میں درد کا احساس نہ ہو۔ وہ حیوانات کو "متحرک مشینیں" کہتا تھا۔ وہ اور اس کے پیروکار تعجب انگیز لہجے میں کہتے تھے کہ "یہ مشینی روبوٹ ایسی حرکتیں کرتے ہیں جن سے ان کے کرب اور تکلیف میں مبتلا ہونے کا وہم ہوتا ہے" اٹھارہویں صدی عیسوی کے انگریز قانون داں Jeremy Bentham نے اسی بات کو دوسرے انداز میں یوں کہا ہے:

"سوال یہ نہیں ہے کہ کیا حیوانات سمجھ بوجھ رکھتے ہیں؟ یا کیا وہ بات چیت کر سکتے ہیں؟ بلکہ سوال اس بات کا ہے کہ کیا وہ تکلیف محسوس کرتے ہیں؟"[2]

اہلِ روم میں حیوانات کے وحشیانہ کھیل کا رواج تھا اور اس کے لیے بڑے بڑے اسٹیڈیم قائم تھے جہاں انھیں لڑایا جاتا تھا اور لوگ ان کا تماشا دیکھتے اور اس سے محظوظ ہوتے تھے۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، طبع ۱۹۹۴ء، جلد اول ص ۴۲، عنوان Animal worship

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، حوالہ سابق، عنوان Animal, Cruelty of,

حقوقِ حیوانات کے سلسلے میں بیداری

گزشتہ چند صدیوں میں حیوانات کے حقوق اور ان کے تحفظ کے سلسلے میں مغربی ممالک میں بیداری آئی ہے اور مختلف قوانین منظور کیے گئے ہیں اور سوسائٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا قانون ۱۶۴۱ء میں Massachusctts Bay Colony (U.S.) کے لیگل کوڈ میں شامل ہوا۔ ۱۸۰۹ء میں اسکاٹ لینڈ کے ایوانِ بالا کے ممبر Erskine نے پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا جس میں گھوڑے، خنزیر، گائے بیل، بھیڑ بکری جیسے جانوروں کو ظلم اور اذیت رسانی سے تحفظ فراہم کرنے کی بات کہی گئی تھی۔ ایوانِ بالا House of Lords کے ممبران نے تمسخر کے ساتھ اس بل کو منظوری دے دی مگر ایوانِ زیریں House of Commons میں اسے رد کر دیا گیا۔ ۱۸۲۲ء میں Rchard Martin گھریلو اور پالتو جانوروں کے بارے میں ایک قانون پاس کروانے میں کامیاب ہو گیا جس کا نام اس کی نسبت سے Martin Act رکھا گیا۔ اس کے دو سال بعد ۱۸۲۴ء میں انگلینڈ میں تحفظِ حیوانات کے سلسلے میں دنیا کی سب سے پہلی سوسائٹی Animal welfare society کے نام سے قائم ہوئی (۱۸۴۰ء میں ملکہ وکٹوریہ کی ہدایت پر اس سوسائٹی کے نام کے شروع میں Royal کا اضافہ کر دیا گیا۔)

فرانس بھی اس معاملے میں پیچھے نہ رہا۔ ۱۸۴۵ء میں General Jacques Delmas de Grammont نے society for the protection of animals قائم کی۔ ۱۸۵۰ء میں اس نے انگلینڈ کے قانون کی طرح ایک قانون منظور کروایا جو Grammont Law کے نام سے مشہور رہا۔ آئرلینڈ، جرمنی، بلجیم، آسٹریا اور نیدرلینڈ میں بھی اسی طرح کے قوانین منظور ہوئے اور سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔ تحفظِ حیوانات کے سلسلے میں ایک اہم نام ولایاتِ متحدہ کے ہنری برگ (Henry Bergh) کا ہے جو روس میں ابراہام لنکن کے وزیر (سفیر) تھے۔ سینٹ پطرسبرگ میں برگ نے ایک مرتبہ Droshky (روس میں چار پہیوں کی ایک گاڑی) کے ایک ڈرائیور کو دیکھا جو گھوڑے کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔ اسی وقت سے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک برگ نے حیوانات پر ظلم اور اذیت رسانی کے خلاف ایک مہم چلائی اور بھینسوں کی لڑائی سے لے کر زندہ جانوروں کی چیر پھاڑ

(Vivisection) تک، ہر معاملے کی مخالفت کی۔ برگ کی کوششوں سے ۱۸۶۶ء میں نیویارک میں امریکہ کی پہلی تحفظِ حیوانات سوسائٹی قائم ہوئی۔ اس کا نام The American Society for the preventio n of cruelty to animals تھا۔

بیسویں صدی کے اواخر میں دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں حیوانات کی بہبود کی سوسائٹیاں قائم ہوگئیں اور ان کے تحفظ کے لیے قوانین منظور کیے گئے۔ متعدد بین الاقوامی ادارے بھی قائم ہوئے۔ ان میں تین ادارے اہم ہیں:

۱۔ World Federation for the protection of animals ۔ اس کا ہیڈکوارٹر Zurich میں ہے۔

۲۔ The International Society for the protection of animals اس کا ہیڈکوارٹر لندن میں ہے۔

۳۔ The International fund for animal welfare اس کا ہیڈکوارٹر yarmouth, Mass (U.S.) میں ہے[۱]

اسلام اور حیوانات

حیوانات کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر افراط وتفریط کے درمیان مبنی بر اعتدال ہے۔ وہ نہ تو انھیں تقدیس کے مقام پر فائز کرتا اور انسانوں کو ان کے سامنے اپنی جبینِ نیاز خم کرنے کا حکم دیتا ہے اور نہ ان کے حقوق سے غفلت برتتا اور انسانوں کو کھلی چھوٹ دیتا ہے کہ جس طرح چاہیں انھیں ظلم وتشدد کا نشانہ بناتے رہیں۔

اسلام اس کائنات میں انسانوں اور حیوانوں کی حیثیت متعین کرتا، ان کے باہمی روابط کے حدود واضح کرتا اور ان کے ساتھ برتاؤ کے تفصیلی احکام دیتا ہے۔ حقوقِ حیوانات کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کو کائنات، انسان اور دیگر مخلوقات کے بارے میں اسلام کے عمومی نقطۂ نظر کے تناظر میں دیکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اسلام کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بے شمار مخلوقات پیدا کی ہیں

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، حوالہ سابق، عنوان "Animal, cruelty of," ۱۲۶

اوران کے ذمّے مختلف کام سونپے ہیں۔ ایک وقت آئے گا جب یہ کائنات فنا ہوجائے گی اور وہ سب اللہ کے رُوبرُو حاضر ہوں گے۔ ان مخلوقات میں حیوانات بھی ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ
وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ
اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا
فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ
اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ
(انعام: ۳۸)

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرندے ہیں کہ اپنے دونوں بازووں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں۔ ہم نے دفتر (لوحِ محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (سب کچھ لکھ لیا ہے) پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کیے جاویں گے۔

۲۔ کائنات کی تمام مخلوقات بشمول حیوانات اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح میں مصروف ہیں اور ان کے ذمّے جو کام دیا گیا ہے اسے بخوبی انجام دے رہی ہیں۔ انسانوں کو اس معاملے میں اختیار و ارادہ کی آزادی بخشی گئی ہے کہ وہ چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے کام کریں اور اس کے انعامات کے مستحق ٹھہریں اور چاہیں تو اس کی نافرمانی اور معصیت کے کام کریں اور مستحقِ عذاب بنیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ
وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ
النَّاسِ (الحج - ۱۸)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے آگے سربسجود ہیں وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان۔

سورۂ نور میں بھی یہی مضمون معمولی فرق سے بیان ہوا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ
صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ
وَتَسْبِيْحَهٗ

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اڑ رہے ہیں؟ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح

کا طریقہ جانتا ہے۔ (النور : ۴۱)

۳۔ کائنات کی تمام مخلوقات کے لیے روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اس نے دنیا میں مخلوقات کی غذا بننے والی لاتعداد چیزیں مختلف شکلوں میں بکھیر دی ہیں جو ان کے استعمال میں آتی ہیں :

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا	زمین میں چلنے والا کوئی جان دار ایسا
عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود - ۶)	نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ ہو۔
أَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ	اس کے (یعنی زمین کے) اندر سے
مَرْعَاهَا وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا	اس کا پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑ اس
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ	میں گاڑ دیے۔ سامانِ زیست کے طور پر
(النازعات : ۳۱-۳۳)	تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے

۴۔ اس کائنات میں کلیدی حیثیت انسانوں کو حاصل ہے۔ یہ بزم انہی کے لیے سجائی گئی ہے۔ یہاں کی ساری چیزیں انہی کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ تاکہ وہ انھیں اپنے کام میں لائیں، ان سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے رب کا شکر بجالائیں۔ اس دنیا میں وہ آزمائش کی حالت میں ہیں۔ اگر وہ ان نعمتوں پر شکر گزاری کے جذبے سے اپنے رب پر ایمان لائیں گے اور اس کے حکموں پر چلیں گے تو وہ ان سے خوش ہوگا اور انھیں انعامات و اکرامات سے نوازے گا۔ لیکن اگر وہ بے جا تصرفات کریں گے اور اس کی حکم عدولی کریں گے تو نافرمان اور ناشکرے قرار پائیں گے۔ قرآن کریم میں ایک ایک کرکے یہ نعمتیں تفصیل سے گنائی گئی ہیں اور بحیثیت مجموعی بھی ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي	وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین
الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹)	کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُم	کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے
مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ	زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے
وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَ	لیے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں
بَاطِنَةً (لقمان - ۲۰)	تم پر تمام کر دی ہیں۔

اسلام کہتا ہے کہ کائنات کی دیگر اشیاء کی طرح حیوانات بھی انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس لیے انھیں حق پہنچتا ہے کہ ان سے کام لیں اور ہر طرح سے فائدہ اٹھائیں، ان پر سواری کریں، انھیں باربرداری میں استعمال کریں۔ ان کا دودھ پیئیں، ان کے چمڑے، اون اور بالوں سے مختلف مصنوعات تیار کریں اور ان سے دیگر منافع حاصل کریں۔ قرآن کریم میں انسانوں کو حاصل مختلف نعمتوں کے تذکرے کے ساتھ حیوانات سے حاصل ہونے والے مختلف فائدوں کو بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ النحل میں ہے:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ، اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَّيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (آیت: ۵-۸)	اس نے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لیے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔ ان میں تمہارے لیے جمال ہے جب کہ تم انھیں چرنے کے لیے بھیجتے ہو اور جب کہ شام انھیں واپس لاتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بوجھ ڈھو کر ایسے ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جاں فشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق بنیں۔ وہ اور بہت سی چیزیں (تمہارے فائدے کے لیے) پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔

اسی سورت میں ایک دوسری جگہ حیوانات کے بعض منافع کا بیان ہے۔

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا	اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے مکان پیدا کیے جنھیں تم سفر اور

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ	قیام دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو۔
وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَ	اس نے جانوروں کے صوف اور اون اور
اَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى	بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی
حِيْنٍ ۝	بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی
(النحل ـ ٨٠)	مدت مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں۔

حیوانات سے حاصل ہونے والے دودھ کو قرآن اللہ کی نعمت قرار دیتا ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ	اور تمہارے لیے مولیشیوں میں بھی
لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ	ایک سبق موجود ہے۔ ان کے پیٹ سے
مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا	گوبر اور خون کے درمیان ہم ایک چیز
خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ	تمہیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو
(النحل ـ ٦٦)	پینے والوں کے لیے نہایت خوش گوار ہے۔

قرآن حیوانات اور ان سے حاصل ہونے والے فائدوں کو "اللہ کی نشانیاں" قرار دیتا ہے اور ان پر غور کرنے اور ان سے رہنمائی حاصل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ	اللہ ہی نے تمہارے لیے یہ مویشی
الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ	جانور بنائے ہیں تاکہ ان میں سے کسی پر تم
مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ، وَلَكُمْ فِيْهَا	سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ، ان کے اندر
مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً	تمہارے لیے اور بھی بہت سے منافع
فِىْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى	ہیں۔ وہ اس کام بھی آتے ہیں کہ تمہارے
الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ وَيُرِيْكُمْ	دلوں میں جہاں جانے کی حاجت ہو
اٰيٰتِهٖ فَاَىَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ	وہاں تم ان پر پہنچ سکو۔ ان پر بھی اور
تُنْكِرُوْنَ	کشتیوں پر بھی تم سوار کیے جاتے ہو۔ اللہ
(المومن : ٧٩ ـ ٨١)	اپنی یہ نشانیاں تمہیں دکھا رہا ہے۔ آخر تم
	اس کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے فائدے کے لیے مویشی پیدا کیے ہیں مثلاً

اونٹ، گائے بیل، بھیڑ بکری وغیرہ، ان سے وہ مختلف کام لیتے ہیں مثلاً ان پر سواری کرتے ہیں۔ ان کا گوشت کھاتے ہیں، ان سے دودھ حاصل کرتے ہیں۔ ان پر بوجھ لادتے ہیں، ان سے کھیت جوتتے ہیں، ان کے اون، بال اور چمڑے سے لباس، گھریلو ساز وسامان اور دیگر چیزیں تیار کرتے ہیں۔ اِن آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر یہ احسانات جتا رہا ہے۔"[1]

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی بہت سی نشانیوں کا ذکر کیا ہے۔ انھیں ہر شخص کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ ان میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں جس کا انکار کیا جا سکے۔[2]

حیوانات کا خیال رکھنے کی تاکید

اسلام حیوانات سے کام لینے اور ان سے مختلف فائدے اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس نے ان کے حقوق کی بھی پوری رعایت کی ہے۔ وہ ان کا خیال رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔ انھیں کسی طرح کی اذیت دینے کی ممانعت کرتا اور انھیں آرام اور سہولت پہنچانے کو باعثِ اجر قرار دیتا ہے۔ اس معاملے میں اسلامی شریعت اس قدر حسّاس ہے کہ اس سلسلہ کی معمولی معمولی جزئیات تک کی صراحت کر دی گئی ہے۔ احادیث میں ایسے بکثرت واقعات مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو حیوانات کے حقوق کی نگہداشت رکھنے اور ان سے غفلت نہ برتنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔ کبھی آپ اس معاملے میں صحابہ کی جانب سے کوتاہی کا مشاہدہ کرتے تو انھیں سخت تنبیہ فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے باغ کے ایک احاطہ میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہاں ایک اونٹ بندھا ہوا ہے جو بھوک سے بلبلا رہا ہے۔ آپ اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر دریافت فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟

---

[1] تفسیر ابن کثیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۹۳۷ء، ۸۹/۴

[2] تفسیر کبیر، رازی، المطبعۃ العامرہ مصر، ۳۳۰/۷

یہ اونٹ کس کا ہے ؟ ایک انصاری نوجوان نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا : اے اللہ کے رسول، یہ میرا ہے ۔ آپؐ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا :

افلا تتقی اللہ فی ھٰذہ	کیا اس جانور کے بارے میں جس
البھیمۃ التی ملّکک اللہ	کا تجھے اللہ نے مالک بنایا ہے ، تجھے
ایّاھا [1]	اللہ کا خوف نہیں ہے ۔

حکم ہے کہ اگر کسی جانور سے سواری یا باربرداری کا کام لیا جائے تو اس کے چارے پانی کا بھی معقول انتظام رکھا جائے ۔ اس کی بھوک پیاس کا خیال رکھے بغیر مسلسل اس سے کام لینا صحیح نہیں ہے ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے کہ سفر کے دوران کچھ کچھ وقفہ سے جانور کو چرنے کا موقع دینا چاہیے ۔ آپؐ نے فرمایا :

اذا سافرتم فی الخِصب	سفر میں تمہارا سرسبز مقامات سے
فاعطوا الابل حظّھا	(اونٹ پر) گزر ہو تو اسے زمین سے
من الارض [2]	اپنا حق حاصل کر لینے دو (یعنی اسے چرنے
	کا موقع دو)

حیوانات کو آرام پہنچانا باعثِ اجر ہے

جانوروں سے ہمدردی کرنے، ان کی بھوک پیاس کا خیال رکھنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا اسلام نے نہ صرف حکم دیا ہے بلکہ ان کاموں کو اجر و ثواب کا باعث قرار دیا ہے ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کی نظروں سے یہ تصوّر اوجھل تھا ۔ ان کے خیال میں بھی نہیں آتا تھا کہ یہ کام بھی باعثِ اجر ہو سکتے ہیں ۔ وہ اس پر حیرت کا اظہار کرتے تھے ۔ ایسے مواقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وضاحت فرماتے کہ کسی بھی جان دار کو آرام پہنچانے سے آدمی اجر کا مستحق ہو جاتا ہے ۔

حضرت سراقہ بن جعشمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب مایومر بہ من القیام عن الدواب والبہائم، یہ حدیث صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ میں بھی مختصراً مروی ہے ۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ باب مراعاۃ مصلحۃ الدواب فی السیر، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب سرعۃ السیر

موقع پر دریافت کیا کہ میں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے حوض بنا رکھے ہیں۔ کبھی کبھی بھولے بھٹکے دوسرے اونٹ بھی ان حوضوں پر آجاتے ہیں۔ اگر میں ان کو پانی پلا دوں تو کیا مجھے اس پر اجر ملے گا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

نعم، فی کل ذات کبد حرّی اجر[۱] | ہاں ہر جان دار (کو آرام پہنچانے) پر اجر ملتا ہے۔

بھوک پیاس کی تکلیف بسا اوقات ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے۔ اس کا اندازہ ان لوگوں کو بخوبی ہوگا جو کبھی اس سے دوچار ہوئے ہوں۔ کسی جانور کو بھوک سے نڈھال یا پیاس سے تڑپتا دیکھ کر انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہونا کہ اس کی تکلیف دور کرنی چاہیے، اللہ کے نزدیک بہت قابلِ قدر ہے۔ انسان کتنا ہی گنہ گار کیوں نہ ہو، بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جذبے کی وجہ سے اس کی مغفرت فرما دے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا یہ پسندیدہ عمل اس کے گناہوں کو ڈھانپ لے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بعض واقعات بیان کر کے شہادت دی ہے کہ جانوروں کو آرام پہنچانے کا یہ عمل گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بن گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک کتا سخت گرمی میں ایک کنویں کے چکر لگا رہا تھا۔ پیاس کی شدت سے اس کی زبان باہر نکل آئی تھی اور اس کی جان پر بنی تھی۔ ایک عورت نے اسے اس حال میں دیکھا (تو اسے بڑا ترس آیا) اس کے پاس کنویں سے پانی نکالنے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی) اس نے اپنا موٹا موزا نکالا اور اس میں پانی بھر کر اس کتے کو پلا دیا۔ وہ عورت بدکار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے (اس عمل کی وجہ سے) اس کی مغفرت کر دی۔[۲]

ایک دوسرا واقعہ بھی حضرت ابوہریرہؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اسے زور کی پیاس لگی۔ اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا ہے اور پیاس مٹانے کے لیے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے سوچا یہ کتا بھی پیاس سے

---

[۲] صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب بدون ترجمہ، مسند احمد ۲/۵۰۷

اسی طرح بدحال ہے جس طرح میں تھا (اس کی پیاس بجھانی چاہیے) وہ کنویں میں اترا۔ اپنے موزے میں پانی بھرا۔ اسے منہ میں پکڑ کر باہر نکلا اور اس کتے کی پیاس بجھائی۔ اللہ تعالیٰ اس کے اس کے اس عمل سے خوش ہوا اور اس کی مغفرت کر دی۔[1]

یہ واقعہ سن کر غالباً صحابہ کرام کو حیرت ہوئی ہوگی۔ انھیں اس پر یقین نہ آرہا ہوگا کہ اتنا معمولی اور حقیر عمل بھی کسی کی مغفرت کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اس پر وہ اجر کا مستحق بن سکتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول کیا جانوروں کو آرام پہنچانے پر ہمیں اجر ملے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

فی کل کبد رطبۃ اجر[2]	ہر جان دار (کو آرام پہنچانے) پر اجر ملتا ہے۔

حیوانات کو اذیّت دینا گناہ ہے

دوسری طرف اسلام نے جانوروں کو تکلیف پہنچانے اور انھیں اذیت دینے سے سختی سے منع کیا ہے اور اسے گناہ قرار دیا ہے۔ جانوروں کے بارے میں بے حسی ہر دور میں عام رہی ہے۔ ان سے ان کی طاقت سے بڑھ کر کام لیا جاتا ہے۔ ان کے چارہ کا معقول انتظام نہیں کیا جاتا۔ انھیں تفریحِ طبع کا سامان سمجھا جاتا ہے۔ اسلام ان کے بارے میں ان رویّوں کو غلط قرار دیتا ہے اور ان سے احتراز کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ عہدِ نبوی میں بھی لوگ اس بے حسی کا شکار تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ آپؐ نے بہت لطیف انداز میں صحابہ کو اس جانب متوجہ کیا۔ فرمایا:

لو غفر لکم ما تاتون الی البہائم لغفر لکم کثیراً[3]	تم لوگ جانوروں کے ساتھ جو بدسلوکیاں کرتے ہو اگر انھیں معاف کر دیا جائے تو سمجھو کہ تمہارے بہت سے گناہ معاف کر دیے گئے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحرث والمساقاۃ، باب فضل سقی الماء، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم، صحیح مسلم کتاب السلام باب فضل ساقی البہائم المحترمۃ واطعامہا، موطا امام مالک، کتاب صفۃ النبی، باب جامع ماجاء فی الطعام والشراب

[2] حوالہ سابق [3] مسند احمد ۶/۴۴۱ عن ابی الدرداء

اذیّت رسانی کی مختلف شکلیں

اس اجمالی ہدایت کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذیّت رسانی کی بعض متعیّن شکلوں کی نشان دہی بھی فرمائی ہے، ان سے بچنے کی تاکید کے ساتھ انھیں اختیار کرنے والوں پر لعنت بھیجی اور وعید سنائی ہے۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

الف۔ بھوکا پیاسا رکھنا

پالتو جانوروں کے چارہ پانی کا خیال نہ کرنا اور انھیں بھوکا پیاسا رکھنا اسلام کی نظر میں سخت ناپسندیدہ اور موجبِ گناہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا واقعہ بیان کیا کہ اس نے ایک بلّی کو باندھ کر رکھا، اسے کھانے پینے کے لیے کچھ دیا، نہ آزاد چھوڑ دیا کہ وہ اپنی روزی خود تلاش کرلے، یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ اس بنا پر وہ عورت اللہ کے عذاب کی مستحق ٹھہری۔[1]

ب۔ کوئی نازک عضو پکڑ کر کھینچنا

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ جانور کا کوئی نازک عضو پکڑ کر اس طرح کھینچا جائے کہ اسے تکلیف محسوس ہو۔ بکری یا اس طرح کے دیگر جانور جن کے کان لمبے ہوتے ہیں، دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ انھیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے ان کا کان پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ تکلیف سے وہ جانور چیختے چلّاتے ہیں مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جگہ سے گزر ہوا۔ آپؐ نے دیکھا کہ ایک شخص ایک بکری کا کان پکڑے ہوئے اسے کھینچ کرلے جارہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

دَعْ اُذُنَھَا وَخُذْ ... اس کا کان چھوڑ دو اور گردن کا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحرث والمساقاۃ، باب فضل سقی الماء، صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم تعذیب الہرۃ۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہ دونوں سے مروی ہے۔

لیسا لقفتها[1] اگلا حصہ پکڑ لو۔

ج۔ اسٹیج بنانا

یہ چیز بھی مناسب نہیں ہے کہ جانوروں پر بلا ضرورت دیر تک سوار رہا جائے۔ کہیں آنے جانے کے لیے انھیں سواری یا بار برداری کے کام میں لایا جا سکتا ہے کہ ان کی تخلیق کا ایک مقصد یہ بھی ہے، لیکن ایک ہی جگہ کھڑا رکھ کر ان پر سواری کی جائے اور تقریر کرنے کے لیے انھیں اسٹیج بنا لیا جائے، یہ مناسب نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ایاکم ان تتخذوا ادوابکم منابر، فان اللہ انما سخرھا لکم لتبلغکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس وجعل لکم الارض فعلیھا فاقضوا حاجتکم[2]	اپنے جانوروں کو منبر نہ بناؤ۔ اللہ نے انھیں تمہارے قبضے میں اس لیے دیا ہے تاکہ ان کے ذریعہ تم ان مقامات تک پہنچ سکو جہاں سخت جاں فشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ (منبر کے لیے) اللہ نے زمین بنائی ہے اس پر اپنی ضرورت پوری کرو۔

د۔ جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ لینا

اسلام اس بات کی قطعی اجازت نہیں دیتا کہ کسی زندہ جانور کے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ لیا جائے، اس لیے کہ اس سے اس جانور کو سخت تکلیف ہوگی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں دیکھا کہ لوگ اونٹ کے کوہان اور بھیڑ کی چکتی (ان جانوروں کے زندہ ہونے کی حالت میں) کاٹ کر کھاتے ہیں۔ آپؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور اس کٹے ہوئے ٹکڑے کا کھانا ناجائز قرار دیا۔ فرمایا:

ما قطع من بھیمۃ وھی	کسی زندہ جانور کے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ

---

[1] سنن ابن ماجہ، ابواب الذبائح، باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الوقوف علی الدابۃ

حیة فھو میتة [1] (لیا جائے تو وہ مردار کے حکم میں ہے اسے کھانا جائز نہیں)

۷۔ نشانہ بازی کی مشق کرنا

ایک طریقہ یہ رائج تھا کہ لوگ کسی چھوٹے جانور مثلاً مرغی یا کسی پرندے کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کی مشق کرتے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لیے کسی جان دار کو استعمال کرنے کی سخت ممانعت فرمادی۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تتخذوا شيئا فيه الروح غرضا [2] کسی جاندار پر نشانہ مت لگاؤ۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانہ بازی کے لیے کسی جاندار کو ہدف بنانے والے شخص پر لعنت فرمائی ہے[3]

اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ جہاں بھی کسی کو ایسا کرتے ہوئے دیکھتے، اسے روک دیتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ یحییٰ بن سعید کے پاس گئے۔ دیکھا کہ یحییٰ کے خاندان کا ایک لڑکا ایک مرغی کو باندھے اس پر نشانہ لگا رہا ہے۔ انھوں نے جاکر اسے کھول دیا، پھر دونوں کو پکڑے ہوئے یحییٰ کے پاس لے گئے اور فرمایا: اس لڑکے کو منع کردو کہ اس پرندے کو باندھ کر اس پر نشانہ نہ لگائے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے[4]

ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کہیں جارہے تھے۔ راستے میں کچھ نوعمر لڑکے ایک پرندے کو باندھے اس پر نشانہ بازی کر رہے تھے۔ انھوں نے پرندے کے مالک سے طے کر رکھا تھا کہ جتنے تیر خطا کریں گے اسی کے حساب سے وہ اسے متعین رقم ادا کریں گے۔ حضرت

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الضحایا، باب فی صید قطع منہ قطعة، جامع ترمذی، ابواب الصید، باب ما قطع من الحی فھو میت، مسند احمد ۵/۲۱۸ عن ابی واقد اللیثی۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الصید، باب النہی عن صبر البہائم

[3] صحیح مسلم حوالہ سابق

[4] صحیح بخاری، کتاب الصید والذبائح، باب ما یکرہ من المثلة والمصبورة، صحیح مسلم حوالہ سابق۔

ابن عمرؓ کو دیکھا تو وہ سب منتشر ہو گئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ اللہ اور اس کے رسول نے ایسا کرنے والے پر لعنت کی ہے[1]

اسی طرح کی ایک روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے کچھ لڑکوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو باندھ کر اس پر تیر اندازی کر رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے[2]

د۔ باہم لڑانا

قدیم زمانہ میں لوگوں کا دلچسپ مشغلہ رہا ہے کہ جانوروں کو آپس میں لڑایا جائے اور تماشا دیکھا جائے۔ اس کے شائقین آج کے دور میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ تماشا اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ دونوں جانور ہلکان نہ ہو جائیں اور ایک دوسرے کو لہولہان نہ کر دیں۔ ایسے مقابلے اسلام کی روح اور اس کے مزاج کے خلاف ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم[3]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

ذ۔ بچے کو ماں سے جدا کرنا

حیوانات کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اس معاملے میں اسلام اس قدر حساس ہے کہ وہ اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ کسی حیوان کے چھوٹے بچے کو اس کی ماں سے جدا کر دیا جائے۔ ماں کو اپنے بچوں سے جو محبت ہوتی ہے وہ فطری ہے۔ بچوں کو جدا کرنے سے ماں پریشان ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس اثنا میں ہم نے (ایک گھونسلے میں) "حمرۃ" نامی ایک پرندہ اور

---

[1] حوالہ سابق [2] حوالہ سابق

[3] سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی التحریش بین البہائم، جامع ترمذی، ابواب الجہاد، باب ماجاء فی التحریش بین البہائم ۱۸۹

اور اس کے دُو بچے دیکھے۔ ہم نے بچوں کو لے لیا۔ یہ دیکھ کر وہ پرندہ منڈلانے اور پھڑ پھڑانے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو فرمایا:

من فجع هذه بولدها،	اس پرندے کے بچوں کو لے کر کس نے
رُدّوا ولدها اليها [1]	اسے تکلیف پہنچائی ہے؟ انھیں واپس کردو۔

۲۔ منہ پر مارنا یا داغنا

چہرہ جسم کا نازک اور حساس حصہ ہوتا ہے۔ اس پر معمولی سی چوٹ سخت اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح اس پر خراش یا زخم سے بدصورتی بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اسلام جانوروں کے منہ پر مارنے یا اس پر داغ لگانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عن الضرب في الوجه وعن	چہرے پر مارنے اور چہرے پر داغنے
الوسم في الوجه [2]	سے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابرؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے پاس سے گزرے۔ اس کے چہرے کو داغا گیا تھا۔ اس پر آپؐ کی نظر پڑی تو آپؐ نے فرمایا:

لعن الله الذى	اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے اسے
وسمه [3]	داغا ہے [3]

داغ لگانے اور نشان بنانے کی ضرورت پہچان کے لیے ہوتی ہے۔ اگر دوسری تدابیر سے ایسا ممکن نہ ہو اور نشان لگانا ضروری ہو تو چہرے کے علاوہ کسی ایسی جگہ نشان

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب کراہۃ حرق العدو بالنار، وکتاب الأدب باب فی قتل الذر۔ مسند احمد ۱/۴۰۴

[2] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النہی عن ضرب الحیوان فی وجہہ ووسمہ فیہ

[3] صحیح مسلم، حوالہ سابق

لگانا چاہیے جہاں تکلیف کم ہو اور نشان نمایاں رہے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بسا اوقات جانوروں پر نشان لگائے ہیں حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر میں اپنے بھائی کو لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؐ ایک کھلیان میں بکریوں پر نشان لگا رہے تھے[1]
ایک راوی شعبہ اپنے شیخ ہشام بن زید کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ غالباً انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے کانوں پر نشان لگا رہے تھے۔[2]
حضرت انسؓ ایک دوسرے موقع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ ہے اور آپ صدقہ کے اونٹوں پر نشان لگا رہے ہیں[3]

اِشعار کی اجازت ہے

جانوروں پر داغ لگانے کی ایک صورت "اِشعار" ہے۔ یہ صرف اونٹوں میں کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان میں ایک جانب شگاف دے دیا جائے جس سے خون بہنے لگے۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یہ قربانی کا جانور ہے[4]
اسلام سے پہلے عربوں میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار عام تھی۔ بڑے بڑے قافلے اور جانوروں کے گلّے لوٹ لیے جاتے تھے۔ لیکن خانۂ کعبہ، حج اور متعلقاتِ حج کو یہ لوگ عقیدت و احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ کچھ مہینوں کو انھوں نے "اشہر حُرم" (محترم مہینے) قرار دے رکھا تھا۔ ان میں لوٹ مار نہیں کرتے تھے تاکہ قافلے پُرامن طور پر حج کا سفر کرسکیں۔ اسی طرح یہ لوگ ان جانوروں سے بھی تعرض نہیں کرتے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الصید والذبائح، باب العلم والوسم فی الصورۃ، صحیح مسلم حوالہ سابق
[2] صحیح بخاری و صحیح مسلم حوالہ سابق
[3] صحیح مسلم حوالہ سابق۔
[4] النہایۃ فی غریب الحدیث، ابن الاثیر، المطبعۃ العثمانیہ مصر ۱۳۱۱ھ، ۲/۲۲۴، جامع الاصول فی احادیث الرسول، ابن الاثیر، دار المامون للتراث بیروت ۳/ ۳۴۰

تھے جنھیں حج میں قربانی کے لیے خاص کر دیا گیا ہو۔ ایسے جانوروں کو 'ہدی' کہتے ہیں۔ ہدی کی پہچان کے لیے لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ ان کی گردنوں میں جوتوں کا قلادہ ڈال دیتے تھے اور ان کے کوہان کو چیر دیتے تھے جس سے خون بہتا رہتا تھا۔ ان علامتوں کو دیکھ کر لوگ ان جانوروں سے تعرض نہیں کرتے تھے۔

یہ علامتیں تمام عربوں میں معروف تھیں۔ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں اختیار فرمایا۔ آپ نے قربانی کے جانوروں کی گردنوں میں قلادہ بھی پہنایا ہے اور ان کے کوہان میں شگاف بھی لگائے ہیں[1] لیکن آپ خون بہتا ہوا نہیں چھوڑ دیتے تھے بلکہ شگاف دینے کے بعد بہنے والے خون کو صاف کر دیتے تھے[2]

اشعار کی شرعی حیثیت کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ مُثلہ کی ایک صورت ہے جس سے احادیث میں منع کیا گیا ہے۔ جمہور علماء، جن میں قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی ہیں، اسے مستحب قرار دیتے ہیں، اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں: "حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اختیار ہے، چاہے اِشعار کیا جائے یا نہ کیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ مستحب نہیں ہے، لیکن اسے مکروہ بھی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کرنا ثابت ہے"[3]

امام طحاویؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کی تاویل و توجیہ کی ہے۔ فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہؒ نے اِشعار کو مطلق مکروہ نہیں قرار دیا ہے بلکہ ان کے نزدیک کراہت اس طریقہ میں ہے جس سے زخم اتنا گہرا ہو جائے کہ جانور کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جائے خاص طور سے اس صورت میں جب شگاف نیزے سے لگایا جائے۔ چونکہ عوام اس سلسلے میں احتیاط نہیں کرتے تھے اس لیے امام ابو حنیفہؒ نے اسے مکروہ قرار دیا۔ لیکن جسے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب من اشعر وقلد و باب اشعار البدن۔ صحیح مسلم کتاب الحج، سنن ابوداؤد کتاب المناسک، باب فی الاشعار

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب تقلید الہدی واشعارہ

[3] فتح الباری، ابن حجر العسقلانی، دار المعرفۃ بیروت ۲/۴۴۵

اس کا مسنون طریقہ معلوم ہو اس کے لیے مکروہ نہ ہوگا۔[۱]

جانوروں پر لعنت بھیجنا منع ہے

سواری یا باربرداری کے جانور کبھی اَڑ جاتے ہیں یا تیز نہیں چلتے۔ ایسے مواقع پر ان کے مالکان انھیں بے تحاشا پیٹنے لگتے ہیں یا انھیں برا بھلا کہتے ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ رویّہ درست نہیں ہے۔ انھیں برا بھلا کہنے اور ان پر ڈنڈے برسانے کے بجائے یہ دیکھنا چاہیے کہ ان کا اَڑیل پن کس وجہ سے ہے؟ اور ان کے ساتھ سہولت اور نرمی سے پیش آنا چاہیے۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ ایک اونٹنی پر ایک انصاری عورت سوار تھی۔ راستے میں ایک موقع پر وہ اونٹنی اَڑ گئی تو وہ عورت اس پر لعنت کرنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی آواز پہنچی تو آپؐ نے فرمایا "اس اونٹنی پر جو سامان ہے اسے اتار لو اور اسے چھوڑ دو کیونکہ وہ لعنت زدہ ہے (ہمارے ساتھ نہیں جا سکتی) حضرات عمران فرماتے ہیں: اس اونٹنی کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ گھومتی پھرتی تھی، کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا تھا۔[۲] حضرت برزہ اسلمیؓ اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹنی پر سوار لونڈی نے اس پر لعنت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہمارے ساتھ کوئی ایسی اونٹنی نہیں رہ سکتی جس پر لعنت ہو۔"[۳]

حضرت عائشہؓ ایک اونٹنی پر سوار ہوئیں۔ وہ سدھی ہوئی نہیں تھی۔ جب اس نے چلنے میں کوتاہی کی تو اسے سخت سست کہنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیک بالرفق (نرمی اختیار کرو)[۴]

دوسری روایت میں کچھ تفصیل ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ میرے ساتھ صحرا کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ آپ نے میرے

---

[۱] فتح الباری، حوالہ سابق۔

[۲] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النہی عن لعن الدواب وغیرھا

[۳] حوالہ سابق

[۴] حوالہ سابق، باب فضل الرفق

پاس صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک ایسی اونٹنی بھیجی جسے اب تک سواری کے لیے نہیں استعمال کیا گیا تھا اور فرمایا:

یا عائشۃ، ارفقی فان الرفق لم یکن فی شیٔ قط الا زانہ، ولا نُزع من شیٔ الا شانہ[1]	اے عائشہ نرمی اختیار کرو جس چیز میں نرمی ہو وہ خوبصورت ہو جاتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکل جائے وہ بدنما بن جاتی ہے۔

رزین کی روایت میں یہ بھی صراحت ہے کہ آپ نے نرمی کی یہ ہدایت کیوں دی تھی؟ اس میں حضرت عائشہؓ ہی کی زبانی مذکور ہے کہ وہ اونٹنی چل نہیں رہی تھی میں نے اسے برا بھلا کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

مہلاً یا عائشۃ، ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ، فعلیکِ بالرفق[2]	اے عائشہؓ ٹھہرو۔ اللہ ہر معاملے میں نرمی پسند کرتا ہے۔ نرمی اختیار کرو۔

بے ضرر جانوروں کو مارنے کی ممانعت

جو حیوانات انسانوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتے یا ان سے کوئی منفعت وابستہ ہے، ان کو مارنے سے احادیث میں منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار حیوانوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے: چیونٹی شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد"۔[3]

اس کی تشریح میں امام خطابیؒ فرماتے ہیں "چیونٹی کو مارنے سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بے ضرر جانور ہے۔ شہد کی مکھی کو مارنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے شہد حاصل ہوتا ہے۔ رہے ہدہد اور صرد تو ان کو مارنے کی ممانعت سے اشارہ ملتا ہے کہ ان کا گوشت حرام ہے"۔[4]

---

1. سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب ما جاء فی الہجرۃ، وکتاب الادب، باب فی الرفق
2. بحوالہ جامع الاصول، ابن الاثیر، ۴/۵۳۳
3. سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی القتل الذر، سنن ابن ماجہ، کتاب الصید، باب ما نہی عن قتلہ، مسند احمد ۱/۳۳۲، ۴/۳۴۷
4. معالم السنن، خطابی، مطبعۃ العلمیۃ حلب، ۱۹۳۴ء، ۴/۱۵۷

ایک حدیث میں ہے کہ "ایک پیغمبر کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انھوں نے اس جگہ چیونٹیوں کے پورے گھر کو جلا دینے کا حکم دے دیا تھا ان اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ اگر تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تو صرف اسی کو مارتے۔ تم نے ایک مخلوق کو جو اللہ کی تسبیح کرتی ہے، کیوں نذر آتش کر دیا"[1]

بعض احادیث میں مینڈک کو مارنے سے منع کیا گیا ہے۔ ایک طبیب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا وہ مینڈک مار کر اسے دوا میں شامل کر سکتا ہے؟ آپ نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا[2]۔ شارحین حدیث نے اس ممانعت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے علاوہ کسی اور مقصد سے جانور کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے[3]

ضرر رساں حیوانات کو مارنے کا حکم

احادیث میں بعض حیوانات کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ وہ حیوانات ہیں جو انسانوں کو ضرر پہنچانے والے ہیں۔

سانپ کی ضرر رسانی معروف ہے۔ بعض سانپ اتنے زہریلے ہوتے ہیں کہ ان کے ڈسنے سے انسان فوراً مر جاتا ہے اور اس کے علاج معالجہ کی بھی مہلت نہیں ملتی۔ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مارنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من ترك الحيّات	جس شخص نے سانپوں کو مارنے
مخافة طلبهن فليس	سے اس اندیشہ سے گریز کیا کہ وہ اس سے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجہاد باب اذا احرق المشرک المسلم ہل یحرق، صحیح مسلم کتاب السلام باب النہی عن قتل النمل

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الادویۃ المکروہۃ، سنن النسائی، کتاب الصید، باب الضفدع

[3] معالم السنن ۴/۲۲۲، مزید ملاحظہ کیجئے 'صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات'، سید جلال الدین عمری، ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ طبع ۱۹۹۴ء ص ۲۸۰-۲۸۱۔ مولانا عمری نے طبی تجربات کے لیے مینڈک کی چیر پھاڑ کو جائز اور حدیث میں مذکور ممانعت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے

منّا[1] انتقام لیں گے وہ ہم میں سے نہیں

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اقتلوا الحیات و ذاالطفیتین والابتر[2] | سانپوں کو مارو خاص طور سے اس سانپ کو جس کی پیٹھ پر دو دھاریاں ہوتی ہیں اور چھوٹی دم والے سانپ کو۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں "ہمارا خیال ہے کہ خاص طور پر دو سانپوں کا تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں بہت زہریلے ہوتے ہیں"[3]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اپنے عموم پر نہیں ہے، اس کی تائید بعض روایات سے ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو مذکورہ بالا حدیث کے راوی ہیں، اس کا عام مفہوم مراد لیتے تھے۔ اسی لیے وہ جہاں کہیں کوئی سانپ دیکھتے، مار دیتے تھے۔ حضرت ابولبابہؓ اور حضرت زید بن الخطابؓ نے انھیں بتایا کہ یہ حکم عام نہیں ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں پائے جانے والے سانپوں کو مارنے کی ممانعت کی ہے[4]

بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ تخصیص بعض اسباب سے صرف مدینہ کے لیے تھی۔ دیگر علاقوں میں گھروں کے سانپوں کو بھی مارا جائے گا[5]

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں "ایک سانپ جو پتلا ہوتا ہے، اس کا رنگ چاندی کی طرح ہوتا ہے اور وہ لہرا کر نہیں چلتا اسے نہیں مارنا چاہیے"[6]

آج کل کی تحقیق یہ ہے کہ سانپوں کی بے شمار قسمیں ہیں۔ ان میں سے صرف چند ہی زہریلے اور جان لیوا ہوتے ہیں۔ انسان بالعموم دہشت سے مر جاتا ہے۔ بہرحال جن سانپوں

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی قتل الحیات

[2] صحیح مسلم، کتاب قتل الحیات وغیرہا

[3] صحیح مسلم حوالہ سابق [4] حوالہ سابق

[5] شرح النووی علی صحیح مسلم، اصح المطابع دہلی ۲/۲۳۴

[6] جامع ترمذی، ابواب الصید، باب قتل الحیات۔

کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ زہریلے نہیں ہیں، انھیں نہیں مارا جائے گا۔ مارنے کا حکم صرف ان سانپوں کے لیے ہے جن کے زہریلے ہونے کا اندیشہ ہو، اور اس کی مصلحت یہ ہے کہ انسان ان کی زہرناکی اور شر سے محفوظ ہو جائیں۔

حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے کہ اچانک ایک سانپ نکل آیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے مارو لیکن اس سے پہلے کہ ہم اسے مار پاتے، وہ ایک بل میں گھس گیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وقاها الله شركم كما	اللہ نے اسے تمہارے شر سے محفوظ
وقاكم شرها [1]	رکھا جس طرح تمہیں اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

احادیث میں کتّوں کو بھی مارنے کا تذکرہ ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عام حکم تھا۔

عن عبد الله بن عمر	حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت
ان رسول الله صلى الله عليه	ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں
وسلم امر بقتل الكلاب [2]	کو مارنے کا حکم دیا ہے۔

لیکن بعض دیگر روایات صریح ہیں کہ بعد میں اس کی حیثیت عام حکم کی نہیں رہی۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں۔

امر رسول الله صلى الله عليه وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں
بقتل الكلاب ثم قال ما بالهم	کو مارنے کا حکم دیا لیکن پھر فرمایا انھیں
وبال الكلاب [3]	مارنے کی کیا ضرورت ہے۔

انہی صحابی سے مروی ایک دوسری حدیث کے الفاظ کچھ مختلف ہیں۔ اس میں ہے

---

[1] صحیح مسلم حوالہ سابق

[2] موطا امام مالک، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی امر الکلاب، صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق۔ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الامر بقتل الکلاب

[3] صحیح مسلم حوالہ سابق

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لولا ان الکلاب امۃ من	اگر کتے بھی ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں
الامم لامرت بقتلہا کلہا	سب کو مار دینے کا حکم دے دیتا۔ لہٰذا صرف
فاقتلوا منہا کل اسود بہیم[۱]	ان کتوں کو مارو جو کالے بھجنگ ہوں۔

بعض احادیث میں کتے پالنے سے منع کیا گیا ہے اور صرف مخصوص حالات میں مثلاً شکار، ریوڑ اور کھیتی کی نگرانی کے لیے انھیں پالنے کی اجازت دی گئی ہے[۲]۔ اسی طرح کتا اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو پاک کرنے کے لیے سات مرتبہ خوب اچھی طرح دھونے کا حکم دیا گیا ہے[۳]۔

کتا ایک وفادار جانور ہے۔ اس سے بہت سے کام لیے جاتے ہیں۔ ان کے پیش نظر اس کے بارے میں یہ اسلامی احکام بظاہر سخت اور نار وا معلوم ہوتے ہیں لیکن اس سے پہنچنے والے ممکنہ خطرات کا علم ہو تو یہی احکام عین قرین مصلحت دکھائی دیں گے۔

کتے سے انسانوں کو لاحق ہونے والی متعدد مہلک بیماریاں ہیں۔ ایک بیماری کو 'داء الکلب' (RABIES) کہتے ہیں۔ پاگل کتے کے لعاب میں خاص طرح کے جراثیم ہوتے ہیں جنھیں RABIES VIRUS کہا جاتا ہے۔ یہ جراثیم کتے کے کاٹنے سے یا زخم پر اس کا لعاب لگ جانے سے جسم انسانی میں داخل ہوتے ہیں اور اعصاب کو شدید متاثر کرتے ہیں جس سے سخت قسم کا تشنج پیدا ہوتا ہے۔ بلا ارادہ عجیب و غریب حرکتیں سرزد ہونے لگتی ہیں۔ انسان پانی سے خوف کھاتا ہے۔ یہ علامتیں نمایاں ہونے کے بعد کم ہی مریض صحت یاب ہو پاتے ہیں۔ ایک دوسری بیماری HYDATODIASIS ہے۔ یہ ایک طفیلیہ سے پھیلتی ہے جسے TAPEWORM کہتے ہیں۔ یہ طفیلیہ کتے کی آنتوں میں پلتا ہے۔ اس کے انڈے اور جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کتے کی اجابت کے ساتھ خارج ہوتے ہیں اور اس کے سارے جسم پر پھیل جاتے ہیں۔ کتے کو چھونے اور اس سے خلا ملا رکھنے سے

---

[۱] جامع ترمذی، ابواب الصید، باب فی قتل الکلاب

[۲] جامع ترمذی، ابواب الصید، باب من امسک کلبا ما ینقص من اجرہ

[۳] صحیح بخاری، کتاب الوضو، باب اذا شرب الکلب فی الاناء۔ یہ حدیث دیگر کتب حدیث میں بھی مروی ہے۔

وہ انسان تک منتقل ہوتے ہیں اور مختلف ذرائع سے انسان کی آنتوں، جگر، پھیپھڑے، دماغ اور دیگر اعضاء میں پہنچ کر اپنے گرد خول (CYST) بنا لیتے ہیں اور بڑھتے ہیں۔ ان کے دباؤ سے متاثرہ عضو بالکل ناکارہ ہوجاتا ہے[1]

بعض احادیث میں چند دیگر جانوروں کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خمس من الدواب من قتلهن	پانچ جانور ایسے ہیں کہ اگر انھیں کوئی حالت
وهو محرم فلا جناح علیه: العقرب	احرام میں بھی مار دے تو کوئی حرج نہیں۔ وہ
والفأرة والكلب العقور والغراب والحدأة[2]	ہیں بچھو، چوہیا، کاٹنے والا کتا، کوا اور چیل۔

ایک حدیث میں گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے[3]۔ ماہرینِ علم الحیوانات نے صراحت کی ہے کہ گرگٹ کا شمار موذی حیوانات میں ہوتا ہے[4]

ان جانوروں کو مارنے کا حکم ان سے لاحق ہونے والے ضرر کی وجہ سے ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی انھیں مارنا اپنا مشن بنالے بلکہ ان سے سابقہ پیش آئے اور وہ ضرر پہنچا رہے ہوں یا ان سے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو انھیں مار دیا جائے کہ اسی طرح ان سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

موذی جانوروں کو مارنا بے رحمی نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو انسانی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ اگر انسانی آبادی کو محفوظ رکھنا ہے تو لامحالہ اس کو ضرر پہنچانے والی چیزوں سے بچانے کی موثر تدبیر بھی کرنی ہوگی۔

گوشت خوری

اسلام میں گوشت خوری کی اجازت دی گئی ہے۔ بعض حضرات اس پر سخت اعتراض کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک حیوانات کو ذبح کرنا اور ان کا گوشت کھانا شقاوتِ قلبی کا مظہر

---

[1] ملاحظہ کیجئے تذکرۂ حیوانات قرآن کریم میں ڈاکٹر میر گوہر علی خاں، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی طبع اول ۱۹۹۸ء ص۸۲-۸۴

[2] صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب الخ

[3] صحیح بخاری حوالہ سابق، صحیح مسلم، کتاب قتل الحیات، باب استحباب قتل الوزغ۔

[4] حیٰوۃ الحیوان الکبریٰ، شیخ کمال الدین دمیری۔ دارالقاموس الحدیث، ۲/ ۳۴۸

اور ان بے زبانوں پر سراسر ظلم ہے۔ یہ اعتراض محض جذباتی نوعیت کا ہے۔ اس معاملے میں اسلام کا نقطۂ نظر سمجھنے کے لیے درج ذیل نکات پر غور کرنا چاہیے۔

۱۔ عموماً تاثر دیا جاتا ہے کہ اسلام کی اس اجازت سے پوری نوعِ حیوانی (Animal Kingdom) کا وجود خطرے میں ہے۔ حالانکہ اسلام میں حلال جانوروں کی بہت محدود انواع ہیں۔ قرآن اور حدیث میں بہت سے حیوانات کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ان کی حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں[۱]

۲۔ اسلام نے گوشت خوری کا حکم نہیں دیا ہے اور اسے اپنے ماننے والوں کے لیے لازم نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس کی صرف اجازت دی ہے۔ اس اجازت کی حکمت یہ ہے کہ گوشت خوری ایک انسانی ضرورت ہے۔ دنیا کے بہت سے خطّے ایسے ہیں جہاں کے باشندوں کا غذا کے معاملے میں تمام تر انحصار گوشت پر ہوتا ہے۔ دوسرے خطوں میں جہاں دیگر غذائی اشیاء بھی پائی جاتی ہیں، وہاں بھی گوشت ایک سستی اور صحت مند غذا ہے۔

۳۔ اس کائنات کا نظام اس طرح بنایا گیا ہے کہ دوسرے جانداروں کو تکلیف پہنچائے یا ہلاک کیے بغیر انسانی زندگی کی بقا کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لاتعداد جراثیم ہوا، پانی اور غذا میں شامل رہتے ہیں۔ فضا میں سانس لے کر، پانی پی کر اور غذا استعمال کرکے ہم ہر آن ان کی ایک بڑی تعداد کو ہلاک کرتے رہتے ہیں۔ شہد کی مکھیوں سے شہد انھیں تکلیف پہنچائے بغیر نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ وبائی امراض سے بچاؤ کے لیے جراثیم پھیلانے والے کیڑے مکوڑوں کو مارنے کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے۔ غرض انسانی زندگی کی بقا اور تحفظ کے لیے قدم قدم پر جاندار مخلوقات کی ہلاکت لازم آتی ہے اور اسے گوارا کیا جاتا ہے۔ گوشت خوری کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔

۴۔ اسلام نے گوشت خوری کی اجازت ضرورتاً دی ہے۔ اس نے بلا ضرورت کسی حیوان کو ہلاک کرنے سے سختی سے منع کیا ہے اور ذبح کرنے کے سلسلے میں بھی ایسی ہدایات

---

[۱] ملاحظہ کیجیے راقم کا مضمون "قرآن میں مذکور بعض محرمات اور ان کی تحریم کی حکمتیں" مطبوعہ ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی۔ جنوری ۲۰۰۰ء، اسلام میں غیر ماکول اللحم جانوروں کی تفصیل کے لیے کسی فقہ کی کتاب سے رجوع ہونا چاہیے۔

دی ہیں جن سے ذبیحہ جانور کو کم سے کم تکلیف کا احساس ہو[1]۔

حقوقِ حیوانات کے سلسلے میں اسلام کی یہ تعلیمات مثالی ہیں۔ حیوانات پر ہونے والے مظالم کے خلاف برپا ہونے والی تحریکات (Anti cruelty movements) سے صدیوں پہلے انھیں پیش کیا گیا تھا۔ اسلامی معاشرہ ہر دور میں ان پر بڑی حد تک عامل رہا ہے۔ اسی لیے وہاں کبھی ایسی صورتِ حال پیدا نہیں ہوئی جس کے ردّعمل میں مغرب کے مثل تحفظِ حیوانات کی تحریکیں چلانے کی نوبت آئے۔

---

[1] اس موضوع پر اسلام کے نقطۂ نظر اور اس کی معقولیت کو تفصیل سے جاننے کے لیے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مشہور رسالہ "تحفۂ لحمیہ" کے علاوہ درج ذیل کتابچے ملاحظہ کیے جائیں۔ گوشت خوری، مولانا سید حامد علی، ادارۂ شہادت حق دہلی ۱۹۶۷ء جذبۂ رحم اور گوشت خوری، مولانا محمد فاروق خاں، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی طبع دوم ۱۹۹۱ء اور مولانا وحید الدین خاں کا مضمون "گوشت خوری کا مسئلہ" شائع شدہ ماہنامہ زندگی رام پور نومبر ۱۹۶۰ء، راقم نے بھی ایک مضمون میں اس مسئلہ پر اظہارِ خیال کیا ہے "گوشت خوری۔ اسلام کا نقطۂ نظر" شائع شدہ ماہنامہ راہِ اعتدال عمرآباد فروری و مارچ ۲۰۰۱ء

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی پیش کش

قرآن، اہلِ کتاب اور مسلمان

از
ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

قرآن کریم میں اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) کے حالات پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات، ان کی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کی تفصیلات اور ان کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی جانے والی سزاؤں اور تنبیہوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

کتاب پر سکریٹری ادارہ مولانا سید جلال الدین عمری کا مبسوط اور وقیع مقدمہ بھی ہے۔

عمدہ کاغذ، دیدہ زیب سرورق، آفسٹ کی حسین طباعت۔ صفحات: ۲۹۶، قیمت: ۷۰ روپے

ملنے کے پتے: (۱) مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔ ۱

(۲) مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ابوالفضل انکلیو۔ جامعہ نگر، نئی دہلی

۲۰۰